یکم جنوری ۱۹۰۹ء

خطبہ جمعہ

وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلاً مَّا يُؤْمِنُوْنَ۔ وَ لَمَّا جَآءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ (البقرۃ:۸۹ ۔ ۹۰)۔

فرمایا:۔

بہت سے لوگ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ (المومن:۸۴) پر نازاں ہوتے ہیں اور نئی ہدایت کے ماننے سے پس و پیش کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں قُلُوْبُنَا غُلْفٌ یعنی ہمارے دل نامختون ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے یہ بات نہیں بلکہ کفر کے سبب ان پر لعنت پڑ گئی ہے۔

انبیاء کے ماننے میں پچھلوں کے لئے تو بہت آسانی ہے کیونکہ ان کے پاس نمونہ موجود ہے مگر پہلوں کے لئے بہت مشکل تھی۔ دیکھو! جس قدر مشکل حضرت آدم و نوح علیہما السلام کے وقت میں تھی وہ

نبی کریمؐ کے وقت میں ہرگز نہ تھی کیونکہ یہود دیکھ سکتے ہیں کہ ہمارے انبیاء جو لائے ہیں' نبی کریمؐ ان کے خلاف کچھ نہیں فرماتے۔ تعظیم لامر اللہ۔ شفقت علی خلق اللہ۔ یہی تمام انبیاء کے دین کا خلاصہ ہے۔ پھر ہمارے لئے مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے میں تو بہت ہی آسانیاں ہیں۔ اولیاء میں جو کچھ بطور امر مشترک موجود تھا وہ ہمارے امام میں بھی تھا۔ آپ جو تعلیم لائے اس میں بھی کوئی نئی بات نہیں۔ کلمۂ شہادت ہے۔ اب اس کے ماننے میں کسے عذر ہو سکتا ہے؟ پھر یہ اقرار کس شرع اسلام کے خلاف ہے کہ میں تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا اور امر معروف میں بقدر امکان کوشش کروں گا؟ آپ کے کل وظیفے کسی کو معلوم نہیں مگر سبحان اللہ' سبحان اللہ تو ان کی زبان سے سننے والے ہم میں بھی موجود ہیں۔ پھر مسیح کی وفات ہے' یہ بھی کوئی نیا مسئلہ نہیں۔ جتنے رسول آئے سب ہی فوت ہوئے۔ کسی نے اپنے سے پہلے نبی کی حیات کا دعویٰ نہیں کیا۔ نبی کریم کی وفات پر یہ مسئلہ پیش آیا تو وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (ال عمران:۱۴۵) سے ابوبکرؓ کی مشکل آسان ہو گئی۔ باوجود اس صاف اور سیدھی تعلیم کے پھر بھی کوئی نہ مانے اور کہے کہ ہم نے جو کچھ سمجھنا تھا سمجھ لیا تو یہ لعنت کا نشان ہے۔ سب سے پہلے آدم کے زمانہ میں مسئلہ خلافت پر بحث ہوئی۔ پھر داؤد کو خلیفہ بنایا گیا۔ پھر نبی کریمؐ کے زمانہ میں یہی مسئلہ پیش آیا۔ مگر ہمیشہ خدا کا انتخاب غالب رہتا ہے۔ یہ عیب چینی کی راہ بہت ہی خطرناک راہ ہے۔ عیسائیوں نے اس راہ پر قدم مارا' نقصان اٹھایا۔ ایک نبی کی معصومیت کے ثبوت کے لئے سب کو گنہگار قرار دیا۔ پھر آریہ نے یہی طریق اختیار کیا۔ وہ بھی دوسرے مذاہب کو گالیاں دینا جانتے ہیں۔ پھر شیعہ ہیں وہ بھی خلفائے راشدین پر تبرا بھیجنے کے گناہ میں پڑ گئے۔

ایک دفعہ امرتسر میں میں نے ایک شخص کو قرآن کی بہت ہی باتیں سنائیں۔ میرا ازار بند اتفاق سے ڈھیلا ہو گیا۔ آخر اس نے مجھ پر یہ اعتراض کیا کہ تمہارا پاجامہ ٹخنوں سے کیوں نیچا ہے؟ میں نے کہا۔ اتنے عرصہ سے جو تم میرے ساتھ ہو تمہیں کوئی بھلائی مجھ میں نظر نہیں آئی سوائے اس عیب کے اور یہ عیب جو تم نے نکالا یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ حدیث میں جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ (بخاری کتاب فضائل الصحابہ) آیا ہے اور یہاں اس بات کا وہم تک نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّ قَالَتِ النَّصَارٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ هُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتَابَ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (البقرۃ:۱۱۴) گویا اس طرح کہنا "لا یعلم" لوگوں کا دستور ہے۔ عیب شماری کی طرف ہر وقت متوجہ رہنا ٹھیک نہیں۔ کچھ اپنی اصلاح

بھی چاہئے۔ ہمیشہ کسی دوسرے کی عیب چینی سے پہلے اپنی گذشتہ عمر پر نگاہ ڈالو کہ ہم نے اتباع رسول پر کہاں تک قدم مارا اور اپنی زندگی میں کتنی تبدیلی کی ہے۔ ایک عیب کی وجہ سے ہم کسی شخص کو برا کہہ رہے ہیں۔ کیا ہم میں بھی کوئی عیب ہے یا نہیں؟ اور اگر اس کی بجائے ہم میں یہ عیب ہوتا اور ہماری کوئی اس طرح پر غیبت کرتا تو ہمیں برا معلوم ہوتا یا نہیں؟

حضرت صاحب کے زمانہ میں کسی نے ایک شخص کو جھوٹا کہہ دیا۔ اس پر وہ بہت جھنجھلایا کہ اوہ! ہم جھوٹے ہیں؟ فرمایا کیا اس شخص نے کبھی جھوٹ نہیں بولا جو اتنا ناراض ہو رہا ہے۔ اسے چاہئے تھا کہ اپنی پچھلی عمر کا مطالعہ کرتا اور دیکھتا کہ آخر کبھی تو میں نے جھوٹ بولا اور خدا نے ہمیشہ ستاری کی ہے۔ پس اب کسی کے کہنے پر میں کیوں اتنا ناراض ہو رہا ہوں۔

لوگ من گھڑت اصول بنا لیتے ہیں اور پھر ان پر کسی کی صداقت کو پرکھتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ہم فلاں شخص کی پیٹھ کے پیچھے ہو کر درود پڑھیں گے۔ اگر ولی ہوا تو ضرور اپنی پیٹھ پھیر بیٹھے گا۔ حالانکہ یہ ان کی صریح غلطی ہے۔ اس طرح تو کوئی ولی امام صلوٰۃ نہیں بن سکتا بلکہ صف اول میں کھڑا نہیں ہو سکتا کیونکہ لوگ اس کی پیٹھ کے پیچھے درود پڑھیں گے۔

میں نے ریل میں کسی کو نکتہ معرفت سنایا مگر اس نے توجہ نہ کی بلکہ کہا کہ آپ کو قرآن شریف نہیں آتا۔ مطلب یہ تھا کہ علم تجوید و قرات کے مطابق آیت کو نہیں پڑھا۔

پس میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ معائب کی طرف خیال نہ کرو بلکہ خوبیوں کو دیکھو۔ ہمارے بیانوں کا قرآن مہیمن ہے۔ اس کے اخیر میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (الفلق:۲) ہے کہ ایسا نہ ہو کسی طرح ابتلاء آجائے اور کوئی بات ہمیں بے ایمان کر دے۔ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (النحل:۹۹) سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کے ختم کے بعد معوذتین پڑھ لینی چاہئے اور بعض کہتے ہیں ابتداء میں پڑھنی چاہئے۔ بہرحال مقصد حاصل ہے جو یہ ہے کہ قرآن کے پڑھتے وقت اگر ہم نے کوئی غلطی کی یا بے سمجھی، تو اس سے یا ایسی لغزش کے آئندہ واقع ہونے سے ہمیں بچا لے اور کلمۃ الحکمت سے مستفید کر۔

(۲) اللہ کو بہت یاد کرو۔ ہر وقت دعا میں لگے رہو اور اپنی حالت میں تبدیلی کرنے کی کوشش کرو۔ تم اس وقت دوسری قوموں کے لئے نمونہ ہو۔ پس اپنے تئیں نیک نمونہ بناؤ۔ امام ابو حنیفہؒ ایک دفعہ کہیں جا رہے تھے۔ ایک لڑکے کو دیکھا جو کیچڑ میں دوڑا جا رہا ہے۔ آپ نے اسے فرمایا کہ دیکھو میاں لڑکے کہیں پھسلتے ہو۔ لڑکے نے کہا آپ اپنا خیال رکھیے۔ کیونکہ میں پھسل گیا تو خیر، صرف مجھے تکلیف پہنچے

گی مگر آپ کے پھسلنے سے ایک جہان پھسلے گا۔ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں اس سے بہتر کسی کی نصیحت نے مجھ پر اثر نہیں کیا۔ اور یہ ہے بھی سچ اِذَافَسَدَالْعَالِمُ فَسَدَالْعَالَمُ۔ اسی طرح تمہاری لغزش کا اثر صرف تمہیں تک محدود نہیں بلکہ دور تک جاتا ہے۔ پس سوچ سوچ کر قدم اٹھاؤ۔

حضرت صاحب کے زمانہ میں آپ کے سامنے کسی نے کہا کہ فلاں آدمی میں یہ یہ عیب ہے۔ فرمایا کیا تو نے اس کے لئے چالیس روز رو رو کر دعا کرلی ہے جو مجھ سے شکائت کرتا ہے۔ میرا دوست اگر ملے اور اس نے شراب بھی پی ہو تو میں اسے خود اٹھا کر کسی محفوظ مکان میں لے جاؤں پھر آہستہ آہستہ اس کی اصلاح کروں۔

عیب شماری سے کوئی نیک نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ کسی کا عیب بیان کیا اور اس نے سن لیا' وہ بغض و کینہ میں اور بھی بڑھ گیا۔ پس کیا فائدہ ہوا؟ بعض لوگ بہت نیک ہوتے ہیں اور نیکی کے جوش میں سخت گیر ہو جاتے ہیں اور امر بالمعروف ایسی طرز میں کرتے ہیں کہ گناہ کرنے والا پہلے تو گناہ کو گناہ سمجھ کر کرتا تھا پھر جھنجھلا کر کہہ دیتا ہے کہ جاؤ ہم یونہی کریں گے۔

امر بالمعروف کرتے ہوئے کسی نے ایک بادشاہ کا مقابلہ کیا۔ بادشاہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس پر ایک بزرگ نے کہا کہ امر بالمعروف کا مقابلہ گناہ تھا مگر ایک مومن کا قتل اس سے بھی بڑھ کر سخت گناہ ہے۔

واعظ کو چاہئے کہ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (النحل:۱۲۶) پر عمل کرے اور ایسی طرز میں کلمہ حکمت گوش گذار کرے کہ کسی کو برا معلوم نہ ہو۔

تم لوگ جو یہاں باہر سے آئے ہو اگر کوئی نیک بات یہاں والوں میں دیکھتے ہو یا یہاں سے سنتے ہو تو اس کی باہر اشاعت کرو اور اگر کوئی بری بات دیکھی ہے تو اس کے لئے درد دل سے دعائیں کرو کہ الٰہی! اب لکھو کھہا روپے خرچ ہو کر یہ ایک قوم بن چکی ہے اور یہ قوم کے امام بھی بن گئے ہیں' پس تو ان میں اصلاح پیدا کردے۔

(بدر جلد ۸ نمبر ۱۴--- ۲۸ر جنوری ۱۹۰۹ء صفحہ ۹-۱۰)

☆-☆-☆-☆